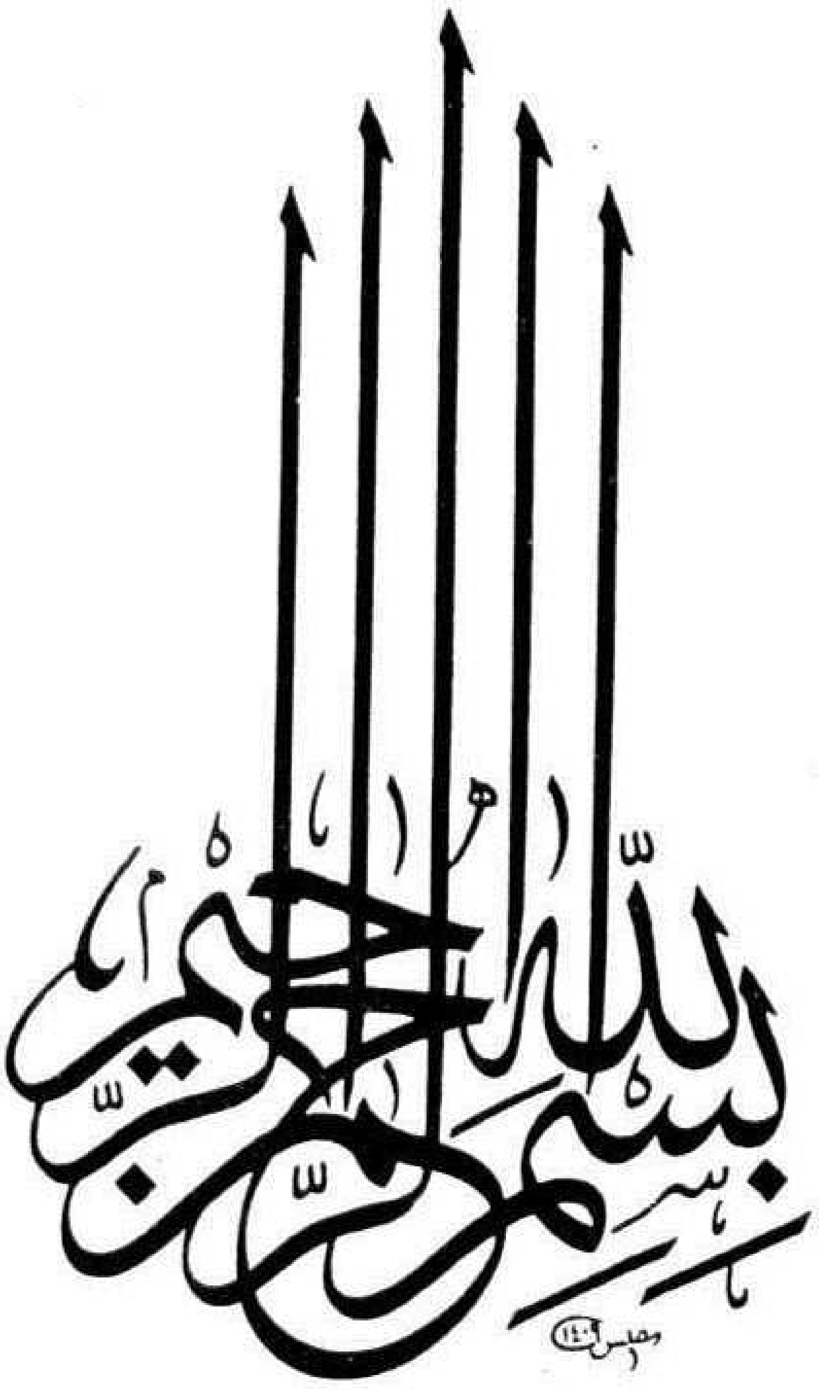
بسم الله الرحمن الرحيم

استقامت کی
فضیلت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں کہ وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں مثلاً کاغذ، لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ۔ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مؤمن ہیں اس لئے ہم گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ پھیر دیں۔

استقامت کی فضیلت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ o نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ لَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَ لَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ. نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍo

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

شریعت پر چلنے میں تین رکاوٹیں

شریعت وسنت کے راستے پر چلتے ہوئے انسان کو تین قسم کی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ سب سے پہلے نفس کی طرف سے رکاوٹ ہوتی ہے۔ نفس چاہتا ہے کہ میری ہر خواہش پوری ہو۔ جس طرح چھوٹا بچہ ضد کرتا ہے کہ میری ہر بات پوری ہونی چاہئے اسی طرح انسان کا نفس بھی ہر کام میں ضد کرتا ہے کہ میری چاہت پوری ہونی چاہئے۔

دوسری رکاوٹ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ بھی نیکی کے راستے سے ہٹا کر انسان کو گناہ کے راستے پر لگاتا ہے۔ وہ روڑے اٹکاتا ہے اور گناہوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ رشوت لینے والے کے دل میں

ڈالتا ہے کہ تم یہ رشوت اپنے لئے تو نہیں لے رہے، آخر بیوی بچوں کا پیٹ پالنا بھی تو فرض ہے، گویا اس کے سامنے وہ گناہ کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا ہے مگر وہ انسان کے ذہن میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو نے مصلحتاً جھوٹ بولا ہے۔ یہیں سے آدمی کی ''مصلحتاً'' جھوٹ بولنے کی عادت بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کا نام'' جھوٹوں کے دفتر'' میں لکھوا دیتے ہیں۔ شیطان کے گُر ہر بندے کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ دنیادار کے لئے اس کی مناسبت سے اور دیندار کے لئے اس کی مناسبت سے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان ایک ایسا دشمن ہے جو نہ تو رشوت قبول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی سفارش قبول کرتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ شیطان کو رشوت دے دیں اور وہ آپ کی جان چھوڑ جائے یا آپ تھوڑی دیر کے لئے اس کی خوشامد کر لیں اور وہ کہے کہ اچھا، آج کے بعد میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔

تیسری رکاوٹ انسانوں کی طرف سے آتی ہے۔ کبھی رشتہ دار دین کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ کسی کی شخصیت یا اس کی شکل وصورت اچھی لگی اور وہ دل میں بس گیا۔ اب سارا دن اسی کی سوچیں غالب رہتی ہیں۔ روگ پالا ہوتا ہے اور دن رات اسی خیال میں مر رہے ہوتے ہیں۔ کسی کو خواہشات نفسانی کی وجہ سے بھائی بنایا مگر وہ قصائی ہوتا ہے۔ کبھی اہل خانہ دین کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ کئی نوجوان چاہتے ہیں کہ ہم سنت کے مطابق اپنا چہرہ بنائیں مگر ان کی بیوی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کئی ماں باپ نہیں چاہتے کہ گھر میں ٹی وی ہو لیکن بچے ٹی وی نکالنے ہی نہیں دیتے۔ یہ انسان گو ظاہر

میں بہت ہی قریبی ہوتے ہیں، جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں مگر حقیقت میں وہ دشمنی کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ شریعت کے خلاف عمل پر آمادہ کر رہے ہوتے ہیں۔

ان تینوں رکاوٹوں کو دور کر کے شریعت پر عمل کرتے رہنے کا نام ''مجاہدہ'' ہے۔ یہ مجاہدہ مومن کو ساری زندگی کرنا پڑتا ہے۔

استقامت کا مفہوم

''استقامت'' مطلب ہے ''کسی بات پر ڈٹ جانا، جم جانا، ٹھہر جانا'' اللہ رب العزت کو استقامت بہت زیادہ پسند ہے۔ استقامت تو یہ ہوگئی کہ مسجد میں بیٹھ کر توبہ کی، پھر مسجد کے باہر قدم رکھا تو بھلے بازار میں شکلیں اور صورتیں نظر آ رہی ہوں مگر وہ ان کی طرف دھیان ہی نہ دے اور سوچے کہ میں نے اب سچی پکی توبہ کر لی ہے اس لئے میری آنکھ اب کسی نامحرم کی طرف نہیں اٹھے گی۔ اسی طرح ارادہ کرلیا کہ جھوٹ نہیں بولنا، اب ہر مصلحت کو ایک طرف رکھ دے اور جھوٹ نہ بولے۔ شیطان کہتا ہے کہ مصلحت ہے، جھوٹ بولو گے تو فائدہ ہوگا جب کہ رحمٰن کا وعدہ یہ ہے کہ سچ بولو گے تو فائدہ ہوگا۔

مشائخ کے ساتھ نسبت کی برکت

آج اس استقامت کی کمی ہے۔ سالکین اکثر اپنے حالات سناتے ہیں کہ توبہ تو کرتے ہیں مگر وہ توبہ چند دن بھی ساتھ نہیں دیتی۔ بار بار توبہ ٹوٹتی رہتی ہے۔ یہ بھی ایک اچھی علامت ہے کہ بار بار توبہ تو کرتے ہیں۔ یہ مشائخ کے ساتھ نسبت کی برکت ہوتی ہے کہ بار بار توبہ کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔

کیونکہ چنگاری اندر ہی اندر سلگ رہی ہوتی ہے، انہیں گناہ میں سکون نہیں ملتا، ان کا ضمیر ملامت کر رہا ہوتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں برا کر رہا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی شاخ ہری ہے۔ جس طرح زمین میں لگا ہوا پودا ہرا ہوتو امید ہوتی ہے کہ اس کی کونپلیں پھوٹ آئیں گی، بالکل اسی طرح جس کا رابطہ اپنے مشائخ کے ساتھ پکا ہو اس کی شاخ ہری ہوتی ہے۔ اس پر کسی وقت بھی کونپل پھوٹ سکتی ہے، استقامت کی زندگی گزارنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد اترتی ہے۔ یاد رکھیں کہ جس آدمی میں استقامت نہیں ہوتی وہ اللہ کی نظر میں مردود ہوتا ہے۔

درخت کے ساتھ ایک عجیب مکالمہ

ایک مرتبہ حضرت سری سقطیؒ جا رہے تھے، دوپہر کا وقت تھا، انہیں نیند آئی۔ وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے وہ لیٹے ہوئے تھے۔ جی ہاں، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں۔ درخت انہیں کہہ رہا تھا، **یا سری ! کن مثلی** ، اے سری! تو میرے جیسا ہو جا۔ وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا، **کیف اکون مثلک** کہ اے درخت! میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا، **ان الـــذیـــن یرموننی بالاحجار فارمیھم بالاثمار** اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں۔ اس لئے تو بھی میرے جیسا بن

جا۔ وہ اس کی یہ بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے۔ مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارے، یہ اسے پھل دیتا ہے تو پھر اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو فکیف مصیرک الی النار؟ یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا، اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے۔ اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا۔ میری خامی یہ ہے کہ فاملیت بالھوا ھکذا جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں، یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو استقامت کا حکم

کئی لوگ تو اس بات کے مصداق ہوتے ہیں

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

وہ بیچارے رسم ورواج کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے استقامت کی زندگی گزاریں۔ شریعت ہمیں اسی چیز کا حکم دیتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ:۳۰) پھر وہ اس بات پر جم گئے۔ نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو فرماتے ہیں فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ آپ اس بات

پر ڈٹ جایئے جس کا آپ کو حکم دیا، اور جو آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں وہ بھی ڈٹ جائیں۔

قرآن اور عزت

جو بندہ استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل پیرا ہونے کے لئے ڈٹ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پشت پناہی فرماتے ہیں۔ قرآن عظیم الشان ہماری عزتوں اور غلبے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا جو فرد قرآن مجید پر عمل کرے گا وہ فرد عزتیں پائے گا اور جو جماعت اس پر عمل کرے گی وہ جماعت عزتیں پائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اسباب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے پاس اسباب میں سے بہت ہی معمولی چیزیں پاس ہوتی تھیں۔ مگر کتنی عجیب بات ہے کہ وہ دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار کھڑے ہوتے تھے۔ پورے لشکر کے پاس دو تلواریں تھیں، کچھ ایسے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں درختوں کی ٹہنیاں تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے میدان میں جب ہم نے کفار کے نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے تو ہمیں یوں محسوس ہوا کہ ہمیں تو موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے۔ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ (الانفال:٦) لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے حوصلے پست نہ کئے بلکہ استقامت کے ساتھ لڑنے کی توفیق عطا فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آزمائش

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ آزمایا۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آزمائش پہلی امتوں کی آزمائشوں سے بہت زیادہ تھی۔ اسی لئے پھر ان کو انعام بھی پہلی امتوں کی نسبت زیادہ ملا۔ عام دستور بھی یہی ہے کہ جب پیپر سخت ہوتا ہے تو پھر انعام بھی بڑا ہوتا ہے۔ پہلی امتوں پر جو آزمائشیں آئیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کو اتنا آزمایا گیا کہ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (البقرہ:۲۱۴) ان پر تنگ دستی اور پریشانی اتنی آئی اور اتنا جھنجھوڑا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ جو ایمان لانے والے تھے وہ سب پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ جان لو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ یعنی ان کو اتنا آزمایا گیا کہ ان کے لئے زُلْزِلُوْا کا لفظ استعمال کیا گیا۔

ایک آزمائش صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر بھی آئی اس آزمائش کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مؤمنوں پر ایک ایسا وقت آیا کہو زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی آزمائش پہلی امتوں کی آزمائش کی نسبت زیادہ تھی۔ کیونکہ ان کے لئے ایک لفظ زلــزلـوا استعمال کیا گیا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لئے تین الفاظ استعمال کئے گئے چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا امتحان بھی بڑا تھا اس لئے ان کو انعام بھی بڑا ملا۔

گرتے وقت تھامنے والی ذات

استقامت کے ساتھ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ کیسے

مدد فرماتے ہیں؟ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ ایک چھوٹے سے بچے کو والد کھڑا کر کے کہتا ہے کہ بیٹے! میرے پاس آیئے۔ والد کو پتہ ہے کہ یہ کمزور ہے اور کم عمر ہے۔ اسے یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ یہ گر جائے گا۔ لہٰذا والد تیار ہوتا ہے کہ اگر یہ قدم اٹھائے گا اور میری طرف آنے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو گرنے نہیں دوں گا۔ اس لئے جب بچہ قدم اٹھاتا ہے اور گرنے لگتا ہے تو والد اس کو فوراً اٹھا کر سینے سے لگا لیتا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت بھی بندے کو اپنی طرف بلاتے ہیں کہ شریعت کے راستے پر چلتے ہوئے میرے پاس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس راستے میں تین رکاوٹیں بھی ہیں اور ان رکاوٹوں کی وجہ سے بندہ گر بھی سکتا ہے لیکن اگر یہ میری طرف آنے کی نیت ٹھیک کر لے گا اور پھر نیک نیتی کے ساتھ قدم اٹھائے گا تو پھر میں اس بندے کو گرنے نہیں دوں گا بلکہ گرنے سے پہلے پہلے اپنے اس بندے کو اپنا وصل عطا فرما دوں گا۔

استقامت کے سامنے پہاڑ کی حیثیت

ہمارا کام نیک نیتی کے ساتھ شریعت کے راستے پر قدم اٹھانا ہے۔ اگر ہمارے راستے میں رکاوٹوں کے پہاڑ بھی آئیں گے تو اللہ رب العزت ان پہاڑوں کو بھی ہٹا دیں گے۔ ایک آدمی نے خواب دیکھا، اسے کہا گیا کہ اگر تم اللہ کے راستے میں نکلو اور تمہیں جو چیز سب سے پہلے نظر آئے اور اگر تم اسے کھا لو تو تمہیں بڑے درجات مل جائیں گے۔ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اس کی نیت کر لی۔ لہٰذا جب وہ صبح اٹھ کر شہر سے باہر نکلا تو اس کی پہلی نظر پہاڑ پر پڑی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ میں پہاڑ کو تو نہیں کھا سکتا لیکن خواب میں شرط یہ تھی کہ جو چیز پہلی دفعہ نظر آئے اگر اس کو کھاؤ گے تو تمہیں بڑے درجات

ملیں گے۔ کبھی تو اس کے دل میں خیال آتا کہ میں پہاڑ کو کھا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا مجھے آگے جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور کبھی خیال آتا کہ نہیں، جانا میرا کام ہے، اللہ تعالیٰ آسان کر دیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی چلتا رہا، چلتا رہا لیکن اللہ کی شان کہ وہ جیسے جیسے پہاڑ کی طرف قدم اٹھاتا رہا ہر قدم پر پہاڑ چھوٹا ہوتا گیا حتیٰ کہ جب یہ شخص قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہاں گڑ کی ایک چھوٹی سی ڈلی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا...... تو استقامت کے ساتھ قدم اٹھانے پر اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی گڑ کی ڈلی بنا دیتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا راز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دلوں میں یہ بات اتر چکی تھی کہ رکاوٹوں کو دور کرنے والی ذات ہمارے ساتھ ہے اس لئے وہ رکاوٹوں کو رکاوٹیں ہی نہیں سمجھا کرتے تھے۔ ان کا کام بس اللہ کے راستے میں قدم اٹھانا ہوتا تھا۔ اسی لئے ان کو پھر کامیابیاں بھی ملتی تھیں۔

بات کیا تھی کہ نہ قیصر و کسریٰ سے دبے
چند وہ لوگ کہ اونٹوں کو چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ
بن گئے دنیا کی تقدیر بدلنے والے

اس لئے کہ ان کو اللہ کے وعدوں پر پورا یقین تھا

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

اسی استقامت کی وجہ سے فتوحات کے دروازے کھلے اور اللہ تعالیٰ نے

ان کو فاتح عالم بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد آنے کی نشانی

میرے دوستو! آج بھی وہی قرآن ہے اور وہی اللہ کا فرمان ہے۔ اگر ہم شریعت پر استقامت کی زندگی گزاریں گے تو اللہ رب العزت ہمیں بھی کامیابیاں عطا فرمائیں گے۔ کفار کی یہ گیدڑ بھبکیاں ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں۔ جب اللہ رب العزت کی مدد کسی پلڑے میں آتی ہے تو پھر اس پلڑے کو پوری دنیا سے بھاری بنا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے آنے کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کی مدد آتی ہے تو پھر کشتی کو دریا کی لہروں کے بے رحم تھپیڑوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیتے بلکہ اس کشتی کو کنارے لگا دیتے ہیں۔ لہٰذا ایمان والوں کو چاہئے کہ عضوا علیه بالنواجز کے مصداق شریعت کے راستے پر ڈٹ جائیں اور اپنے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ اس کو تھام لیں۔ لوگ کہیں گے کہ بھوکے مر جاؤ گے، آپ ان سے کہیں کہ ہرگز نہیں، ہمیں رزق دینے والا بھی اللہ ہے اور مدد دینے والا بھی اللہ ہے، اگر پوری دنیا کے کفار بھی اکٹھے ہو کر آ جائیں تو وہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مارنے والوں سے بچانے والا بڑا ہے۔

غزوۂ احزاب میں کفار کی رسوائی

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانے میں غزوۂ احزاب میں بھی ایسا ہی ہوا۔ مکہ والے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے چلے اور راستے میں جو قبیلہ ملتا اسے ساتھ لے لیتے۔ اسے کہتے کہ ہمارے ساتھ چلو، اگر نہیں چلو گے تو

پھر ہم تم سے بھی جنگ کریں گے۔اس لئے لوگ ڈر کی وجہ سے ساتھ چل پڑتے۔اس طرح بہت سے قبائل ان کے ساتھ مل گئے۔ادھر جب مدینہ منورہ میں رہنے والے یہودیوں نے سنا تو وہ مسلمانوں کی خواہ مخواہ خیر خواہی کے لئے انہیں آ کر مشورے دیتے کہ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (آل عمران:۱۷۳) لوگ تمہارے لئے جمع ہو کر آ رہے ہیں یعنی عالمی برادری جمع ہو کر آ رہی ہے، کچھ سوچ لو ورنہ وہ تمہارا نام ونشان تک مٹا دیں گے اور تمہارے لئے زمین تنگ کر دیں گے۔مگر صحابہ کرام ؓ نے جب سنا تو پریشان ہونے کی بجائے ان کے ایمان بڑھ گئے۔قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے کہ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۲۲)

کفار مکہ نے آ کر صحابہ کرام ؓ کا گھیراؤ کر لیا۔حتیٰ کہ ایک مہینہ تک گھیراؤ رکھا۔ان کے دلوں میں غیض وغضب کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کو کچا چبا جائیں۔جیسے آج بھی کافر کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے غیض و غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔اس وقت بھی وہ اسی طرح غیض وغضب لے کر آئے تھے۔لیکن کیا ہوا؟ اللہ رب العزت قرآن پاک میں بڑے عجیب انداز میں فرماتے ہیں رَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ (الاحزاب:۲۵) اور اللہ نے ان کافروں کو ان کے غیض وغضب کے ساتھ ناکام واپس لوٹا دیا۔ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ان کے پلے ٹھینگا بھی نہیں آیا۔

ایمان کی جانچ پڑتال کا وقت

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ ہم اپنے دشمنوں کو نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ

(النساء: ۴۵) اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو جانتے ہیں۔ ہمیں کیا پتہ کہ کون ظاہر میں ہمارا دوست بن رہا ہے اور اندر اندر سے ہماری جڑیں کاٹ رہا ہے اور ہمیں ہی چاروں طرف سے گھیر رہا ہے۔ اس آیت کے ساتھ ہی ایک خوشخبری سنادی، فرمایا، وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۴۱) اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں تک پہنچنے کا راستہ ہرگز نہیں دیں گے۔ جیسے بچے کو کوئی مار رہا ہو اور اوپر سے اس کا باپ آ جائے تو وہ کہتا ہے کہ پہلے مجھ سے بات کرو، پھر بچے کو ہاتھ لگانا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہاں یہی فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! تمہارا دشمن پہلے مجھ سے بات کرے گا۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم ادھر جاؤ گے تو میری لاش سے گزر کر جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے میں تمہارا مقابلہ کروں گا، پھر تمہارا قدم آگے بڑھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ کافر تمہاری طرف آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے تک پہنچنے کا راستہ ہرگز نہیں عطا کریں گے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ہمیں تسلیاں دے رہے ہیں تو پھر ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہی تو ایمان کی جانچ پڑتال کا وقت ہوتا ہے۔ جو کمزور یقین والے ہوتے ہیں وہ کفار کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جاتے ہیں اور جو ایمان والے ہوتے ہیں وہ ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے خوش نصیب مجاہدین کے لئے ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف: ۴) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اللہ کے راستے میں ایسے قتال کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جوانمردی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے حالات پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ ان کی جوانمردی پر عش عش کرا ٹھنے کو دل کرتا ہے۔ ایک مرتبہ مشورہ ہونے لگا کہ اتنے اتنے کافروں کے مقابلہ میں کتنے مسلمانوں کو جانا چاہئے۔ کسی نے کہا، ستر چلے جائیں، کسی نے کہا، چالیس چلے جائیں۔ کسی نے کہا، دس چلے جائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے اکیلے کو بھیج دیں۔ یہ سن کر کسی نے کہا، خالد رضی اللہ عنہ! اس بات سے تو تکبر کی بو آتی ہے۔ وہ فرمانے لگے، ہرگز نہیں کیونکہ میری مثال باز کی سی ہے اور کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے جال میں پھنسے ہوئے پرندوں کی سی ہوتی ہے۔ اب پھنسی ہوئی چڑیاں باز کا کیا بگاڑ سکتی ہیں؟ پھر وہ فرمانے لگے کہ کافر مردہ ہے اور مومن زندہ ہے، اس لئے لاکھوں مردے مل کر بھی ایک زندہ آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ واقعی ان پر ایسی مدد اتری کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب فرما دیا۔

''فتوح الشام'' کا مقام

علامہ واقدی کی ایک کتاب کا نام ''فتوح الشام'' ہے۔ اب تو اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ آج کل کے ہر نوجوان کو یہ کتاب پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں صحابہ کرام کے ایسے عظیم الشان واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایمان کا پتہ چل جاتا ہے کہ ایمان کہتے کس کو ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی مدد کے واقعات پڑھ کر اللہ کے وعدوں پر

انسان کا یقین مضبوط ہو جاتا ہے۔ حیران ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ان حضرات کی کیسے مدد فرمائی۔ اس حوالے سے ''فتوح الشام'' کی کتاب کو بڑا مقام حاصل ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری

میرے دوستو! اس راستے میں رکاوٹیں آتی ہیں لیکن ان رکاوٹوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی ایمان والوں کا راستہ نہیں روک سکتا۔ ہمارا کام ہے ہمت کے ساتھ قدم آگے بڑھانا اور اللہ کے وعدوں پر بھروسہ رکھنا۔ ایک طرف دنیا کے خزانوں کے منہ کھل رہے ہیں اور دوسری طرف اللہ کا وعدہ ہے کہ رزق میرے ذمے ہے اور دنیا بھی میں نے رزق دینا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم دنیا کے پیچھے نہ بھاگیں بلکہ اپنے پروردگار کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ حالات کچھ بھی پلٹا کھا سکتے ہیں مگر علماء کا یہ کام ہے کہ وہ خود بھی شریعت پر جمے رہیں اور لوگوں کو بھی شریعت پر جمے رہنے کی تلقین کریں۔ کیونکہ اگر علماء کے اندر استقامت ہوگی تو پھر عوام کے اندر بھی استقامت پیدا ہو جائے گی۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

پہلے بھی جب امت پر ایسا وقت آیا تو علماء نے ہی قدم اٹھایا اور اللہ رب العزت نے ان کی برکتوں سے امت کو آزمائشوں میں سے نکالا۔ جو آزمائشیں اب آرہی ہیں ان آزمائشوں میں بھی اللہ تعالیٰ علماء کو ہی سبب بنائیں گے۔ یہی قدم اٹھائیں گے اور ہمارے لئے ان مشکلات سے نجات کا سبب بن جائیں گے۔ اس لئے علماء کو چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کو سامنے رکھیں۔ کیونکہ قرآن کی رو سے ان پر یہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ **وَ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ**

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۔ اللہ والوں اور علماء جن کو حکم دیا گیا تھا کتب اللہ کی حفاظت کا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (آل عمران: ۱۴۸) کہ کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے جن کے ساتھ مل کر علماء صلحا نے قتال کیا۔ پھر نتیجہ یہ نکلا کہ فَمَا وَهَنُوْا ان کے اندر وہن پیدا ہوا وَ مَا ضَعُفُوْا اور نہ ہی ان کے اندر کمزوری پیدا ہوئی۔ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ایسے صبر والوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔

علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ استقامت کا مظاہرہ بھی کریں اور راتوں کو اللہ کے حضور معافیاں بھی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں یہی تو فرمایا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۷)

(اور نہیں تھی ان کی بات سوائے اس کے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہماری زیادتیاں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرمادے اور ہمیں کافرین پر غلبہ عطا فرمادے)

یوں اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگیں کہ اے اللہ! ہمارے کسی گناہ کے سبب یہ مدد رک نہ جائے۔ گویا دن کے وقت سب علماء لشکر غزیٰ بن جائیں اور رات کے وقت لشکر دعا بن جائیں تاکہ کفر کو پتہ چل جائے کہ اس کو ایمان والوں سے واسطہ پڑا ہے۔ بلکہ اسے پتہ چل جائے کہ اسے نر بندوں سے واسطہ پڑا ہے۔

ایسے موقعوں پر زنانہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ایمان والے اللہ سے مانگیں گے تو

فَاٰتٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o (آل عمران: ۱۴۸)

(اللہ تعالیٰ دنیا کا حصہ بھی عطا فرمادیں گے اور آخرت کا بھی اور اللہ تعالیٰ تو نیکوکاروں سے محبت فرماتے ہیں)

علمائے کرام کی محترم جماعت! ایسے حالات میں اللہ رب العزت کی ذات پر نظر رکھئے۔

لوہے کے چنے

جس دن قرآن پاک کی آخری آیتیں اتریں اسی وقت یہ آیتیں بھی اتریں کہ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (المائدہ: ۳) آج کے دن یہ کفار تمہارے دین سے ناامید ہو چکے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ یوں فرمانا چاہتے ہیں کہ آج کے دن ان کفار کو یہ پتہ چل گیا کہ یہ مسلمان لوہے کے چنے ہیں اور ان کو چبانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَخْشَوْھُمْ ان سے نہیں ڈرنا وَ اخْشَوْنِیْ بلکہ ایک مجھ سے ڈرتے رہنا۔ جب ہمارے دل میں ایک اللہ کا ڈر ہوگا تو اللہ تعالیٰ دنیا کے ڈر ہمارے دل سے نکال دیں گے۔ جس بندے کے دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہوتا وہ پھر اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہے، اندھیرے سے بھی ڈرتا

ہے۔ رات کو اگر کھڑکی کا پردہ ہل جائے تو اس سے بھی ڈرتا ہے بلکہ وہ بیچارہ تو بلی کی میاؤں سے بھی ڈر جاتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں گے۔ ہم ایمان والے ہیں، یاد رکھئے کہ جو ایمان والوں کو آنکھیں دکھائے گا وہ اللہ سے مقابلہ کرنے جائے گا۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **من عاد لی ولیا فقد اذنته للحرب** کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔ اب جو کوئی ایمان والوں کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا اللہ اس کی آنکھ نکال دیں گے اور جو انگلی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بازو کو ختم فرما دیں گے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا جہاد

فتوح الشام میں ایک صحابی حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے بڑے عجیب واقعات ہیں۔ میرے خیال میں وہ اس کتاب کے ہیرو ہیں۔ ان کے بارے میں کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنا پڑا بالآخر کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنے کی وجہ سے ان کا گھوڑا بھی تھک چکا تھا۔ وہ گھوڑے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ آگے نہیں جاتا تھا۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرا گھوڑا تھک چکا ہے تو انہوں نے سوچا کہ اب تو میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ کتاب میں لکھا ہے کہ وہ اس وقت اپنے گھوڑے پر جھکے اور اس کی پیشانی پر محبت کا ہاتھ پھیر کر گھوڑے سے کہا، اے گھوڑے! تو تھوڑی دیر کے لئے میرا ساتھ دے دے، ورنہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے پر جا کر تیری شکایت کروں گا۔ جب انہوں نے

یہ الفاظ کہے تو وہ گھوڑا ہنہنایا اور ایسے دوڑا جیسے کوئی تازہ دم گھوڑا دوڑتا ہے۔ اس طرح وہ گھوڑا ان کو کفار کے نرغے سے نکال کر باہر لے گیا۔ سبحان اللہ۔

کچھ وقت کے بعد وہ گرفتار ہو گئے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ گرفتار ہو چکے ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ اتنے میں کچھ سوار ان کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہمیں ضرار کے پیچھے جانا چاہئے تاکہ ہم ان کو آزاد کروا کے لائیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

اسی نیت سے وہ چلے ہی تھے کہ انہوں نے گھوڑے پر سوار ایک ایسے مجاہد کو دیکھا جس نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا ہے۔ اس کے پاس تلوار بھی ہے، نیزہ بھی اور اس کے پاس تازہ دم گھوڑا بھی ہے۔ وہ بھاگ کر کبھی ادھر جاتا اور کبھی ادھر۔ اس کی جوانمردی کو دیکھ کر مجاہد حیران رہ گئے۔

جب یہ سب حضرات دشمنوں کے پاس پہنچے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس تھکے ہوئے لشکر کے ساتھ دشمن پر دوبارہ حملہ کیا۔ انہوں نے کافروں کو گاجر اور مولی کی طرح کترا۔ لیکن انہیں حضرات ضرار رضی اللہ عنہ کا پتہ نہ چلا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کئی مرتبہ کافروں کے نرغے میں آیا لیکن جیسے ہی میں کافروں کے نرغے میں آتا تو میں اس سوار کو دیکھتا کہ وہ دوڑ کر میری طرف آتا اور کافروں کے اس نرغے کو توڑ کر مجھے نکالنے میں مدد کرتا اور کبھی میں اس کو کافروں کے نرغے میں سے نکالتا۔ حتیٰ کہ اس نے تو ایسی بہادری دکھائی کہ میں حیران ہونے لگا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا کون سا مجاہد ہے جو اتنی بہادری اور دلیری سے لڑ رہا ہے؟ فرماتے ہیں کہ کافی دیر

قتال کے بعد جب ہم پھر پیچھے ہٹے تا کہ ہم دیکھیں کہ ضرار ﷛ کا پتہ چلا ہے یا نہیں چلا تو ہم نے دیکھا اس مجاہد کا گھوڑا خون آلود تھا۔اس نے اتنے کافروں کو قتل کیا کہ اس کا گھوڑا بھی خون سے لت پت تھا،اس کا نیزہ اور تلوار بھی خوان آلودتھی۔میں نے اس سے پوچھا کہ اے جوانمرد! تو کون ہے؟ آج تو میں سیف اللہ بھی تیری بہادری پر حیران ہوں؟ لیکن اس مجاہد نے کوئی جواب نہ دیا۔پھر پوچھا مگر پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔میں نے پھر تیسری مرتبہ کہا کہ میں امیر لشکر ہوں، میں آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ تو کون مجاہد ہے،تو نے تو ہمیں حیران کر دیا ہے؟

جب تیسری مرتبہ پوچھا تو جواب میں ایک عورت کی آواز آئی۔وہ کہنے لگی، میں ضرار ﷛ کی بہن خولہ ہوں۔جب مجھے پتہ چلا کہ میرا بھائی گرفتار ہو چکا ہے تو میں نے آپ سے اس لئے اجازت نہ مانگی تا کہ کہیں آپ انکار نہ کر دیں۔میں نے تلوار اور نیزہ اٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چپکے سے آپ کے لشکر میں شامل ہوگئی۔جب بھائیوں پر مصیبت آتی ہے تو پھر بہنیں ان کے کام آیا کرتی ہیں۔میں اس لئے قتال کرنے کے لئے نکل آئی۔اب میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں تا کہ میں اس جنگ میں آپ کے ساتھ جا کر لڑ سکوں۔

میرے دوستو! جس قوم کی پردے میں بیٹھنے والی عورتوں کی جوانمردی کا یہ عالم ہو،اس قوم کے جوانوں کا کیا حال ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ ایمان بڑی نعمت ہے۔جب ایمان کو سامنے رکھ کر بندہ قدم اٹھا لیتا ہے تو پھر اللہ رب العزت مدد فرما دیتے ہیں۔

گھوڑے کی استقامت

اگر ایک مجاہد کسی گھوڑے کو اس لئے پالتا ہے کہ میں اس پر بیٹھ کر جہاد کروں گا تو وہ گھوڑا پہچانتا ہے کہ مجھے اس لئے کھلایا پلایا گیا تھا کہ میں نے جہاد میں شریک ہونا ہے۔ لہٰذا جب اس کا مالک زرہ پہن کر اس پر سوار ہو جاتا ہے اور تلوار ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اسے دشمن کے سامنے لا کر کھڑا کرتا ہے تو وہ گھوڑا اگرچہ جانور ہے مگر اس میں اتنی فہم ضرور ہوتی ہے کہ اب اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آ چکا ہے جس کے لئے میرے مالک نے میری خدمت کی تھی۔ چنانچہ گھوڑا تیار ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنے سامنے تلواریں اور تیر نظر آ رہے ہوتے ہیں مگر وہ گھوڑا گھبراتا نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس کا مالک اسے بھاگنے کے لئے ایڑھی کا اشارہ کرتا ہے تو وہ گھوڑا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ بڑھتا چلا جاتا ہے، سامنے دشمن تیر برساتا ہے، مگر تیر و تفنگ اور دشمن کے وار سے اس کے جسم سے خون کے فوارے بھی چھوٹ رہے ہوں تو وہ اس بات کی پروا کئے بغیر دشمن کی صفوں میں گھستا چلا جاتا ہے۔ وہ اپنی جان تو قربان کر دیتا ہے مگر وہ اپنے مالک کے اشارے کی لاج رکھ لیتا ہے۔ اللہ رب العزت کو گھوڑے کی یہ استقامت اتنی پسند آئی کہ اس گھوڑے کے پاؤں سے اڑنے والی مٹی کی بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں قسمیں کھائی ہیں۔ چنانچہ فرمایا، وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا . فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا . فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ٥ سبحان اللہ، اے مجاہد! تیری عظمت کو سلام کہ تیرے گھوڑے کے قدموں سے اٹھنے والی مٹی کی بھی میرا پروردگار قسمیں کھا رہا ہے۔ جس پروردگار کو گھوڑے کی جوانمردی اور شجاعت اس قدر پسند آئی کہ وہ قسمیں کھا کر قرآن میں اس کے تذکرے فرماتے ہیں تو

جب مومن شجاعت کا اظہار کریں گے تو اللہ رب العزت کو یہ بات کتنی پسند آئے گی۔

نصرت الٰہی کے وعدے

میرے دوستو! ہمیں بھی اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ دین اسلام کی نصرت کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا وعدے فرمائے ہیں۔ کہیں ارشاد فرمایا، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (محمد:٦) کہیں ارشاد فرمایا، اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (المؤمن:٥١) اور ایک مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں و من اصدق من اللہ قیلا کہ کون ہے اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا۔ میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔ وہ پروردگار یقیناً ہمیں کامیاب فرمائے گا۔

چٹان بننے کی ضرورت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں کہ وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں۔ مثلاً کاغذ، لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ۔ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مومن ہیں اس لئے ہم گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ پھیر دیں۔ کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

یاد کرتا ہے زمانہ ان انسانوں کو
روک دیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

آج کفر اور بے حیائی کا سیلاب بڑھ رہا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم استقامت

کے ساتھ ڈٹ جائیں اور شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزاریں۔

حضرت مشاطہ رضی اللہ عنہا کی استقامت

فرعون کے محل میں ''مشاطہ'' نامی ایک عورت فرعون کی بیٹیوں کے بال سنوارا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ فرعون کی بیٹی کے بال سنوار رہی تھی اسی دوران اس کے ہاتھ سے کنگی نیچے گرگئی۔ جب وہ کنگھی اٹھانے لگی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار کا نام لیا۔ جب مشاطہ نے اللہ رب العزت کا نام لیا تو فرعون کی بیٹی سمجھ گئی کہ یہ تو میرے والد کو معبود نہیں مانتی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ پر ایمان رکھتی ہے۔ چنانچہ اس لڑکی نے مشاطہ سے پوچھا، کیا تم میرے والد کو الٰہ نہیں مانتی ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ میرا خدا تو وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پروردگار ہے۔

جب لڑکی نے مشاطہ کا دوٹوک جواب سنا تو وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ آپ کے محل میں آپ کے زیرِ سایہ رہنے والی عورت آپ کو خدا نہیں مانتی۔ بیٹی کی لگی لپٹی باتیں سن کر فرعون غصے میں آ گیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، اچھا میں دربار میں جا کر اس عورت کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں کہ یا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو الٰہ کہنے سے باز آ جائے گی یا پھر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

فرعون جب اپنے دربار میں پہنچا تو اس نے اس عورت کو اپنے پاس بلوایا اور کہا، تم موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو الٰہ کہنا چھوڑ دو۔ وہ کہنے لگی، ہرگز نہیں۔ اس نے مشاطہ کو بڑا ڈرایا دھمکایا۔ مگر وہ کہنے لگی، کہ اب تم جو کچھ کر سکتے ہو کرلو، میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی فاقض ما انت قاض۔ اس کا یہ دلیرانہ جواب سن کر فرعون

نے انا کا مسئلہ بنالیا۔

چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کو زمین پر لٹا دیا جائے۔ اسے زمین پر لٹا دیا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی گئیں تاکہ وہ حرکت نہ کر سکے۔ اسی دوران وزیر آیا اور اس نے فرعون سے کہا کہ اس کی ایک دودھ پیتی چھوٹی سی بچی بھی ہے، اگر اس کی اس بیٹی کو اس کے سامنے قتل کر دو، یہ اپنی مامتا سے مجبور ہو کر آپ کی بات مان جائے گی۔ چنانچہ فرعون نے اس کی دودھ پیتی معصوم بچی کو گھر سے بلوایا اور اسے اس کے سینے پر لٹا دیا۔ وہ بچی ماں کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگ گئی۔ بچی ابھی دودھ پی ہی رہی تھی کہ فرعون نے کہا کہ میں تمہاری اس بچی کو تمہارے ہی سینے پر قتل کر دوں گا۔ وہ اتنی بڑی دھمکی سن کر بھی کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اتنا ایمان بھر چکا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے بیٹی کو خون میں لت پت تڑپتا تو دیکھ سکتی ہوں مگر میں اپنے ایمان کا خون نہیں کر سکتی۔ چنانچہ مشاطہ کے سینے پر ہی اس کی معصوم بچی کی گردن کاٹ دی گئی۔ جس ماں کے سینے پر بیٹی کا خون بہہ رہا ہو اس ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ جب بیٹی ٹھنڈی ہو گئی تو فرعون نے کہا کہ اب ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا، تم جو مرضی کر لو، میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ بالآخر اس عورت کو بھی شہید کر دیا گیا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی استقامت

فرعون اس کو شہید کروا کر جب گھر پہنچا تو اپنی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگا، آج یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ میں نے ایک عورت کو عبرتناک سزا دے دی ہے۔ اس کی بیوی نے کہا، تیرا ناس ہو، تو نے ایک معصوم بچی کی جان بھی لی

اور ایک بے گناہ عورت کا بھی قتل ناحق کیا۔ فرعون نے کہا، میں نے اس کو اس لئے عبرتناک سزا دی کہ وہ مجھے خدا نہیں مانتی تھی۔ یہ سن کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا تو میں بھی تجھے نہیں مانتی، بلکہ تو ایک عام انسان ہے۔

جب فرعون نے یہ سنا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ اسے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا کیا تھا۔ فرعون نے اسے پوری قوم کی عورتوں سے چن کر اس کے حسن کی وجہ سے اپنی بیوی بنایا تھا اس وجہ سے وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ چنانچہ فرعون کہنے لگا، تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں، میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں کہ تو جھوٹا ہے، پروردگار تو وہی ہے جس کا پیغام لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ فرعون نے یہ بات سنی تو اسے بہت غصہ آیا۔ لہٰذا کہنے لگا کہ میں تمہارا ابھی وہی حشر کراؤں گا جو میں نے مشاطہ کا کروایا ہے۔ وہ کہنے لگیں، تو جو چاہتا ہے کر لے، میرے ساتھ میرا پروردگار ہے، اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کو نہیں چھوڑ سکتی، البتہ تیری ہر چیز کو لات مار سکتی ہوں۔

جب اس نے یہ باتیں سنیں تو وہ پھر دربار میں آیا۔ اب پھر اس نے لوگوں کو بلوالیا اور کہنے لگا، دیکھو! یہ کتنی بڑی سازش ہوگئی ہے، موسیٰ (علیہ السلام) نے میری بیوی کو بھی بہکا لیا ہے۔ آج میں اس عورت کو یا تو مار ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی بات سے ہٹ جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو گرفتار کروا کر دربار میں بلوالیا۔ وہ تو ملکہ تھی اور اس کے اشارے پر نوکر چاکر بھاگ بھاگ کر کام کرتے تھے۔ لوگ احترام کی وجہ سے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے

تھے۔ آج وہ فرعون کے دربار میں ملزمہ بن کر کھڑی ہے۔ فرعون نے اسے کہا کہ تو اتنے عالیشان محل میں رہتی ہے، اتنی نعمتوں میں پلی ہے، میں نے تجھے اپنی محبوبہ بنایا ہوا ہے، تجھے اب محل والی ناز ونعمت والی زندگی سے محروم ہونا پڑے گا، بہتر ہے تو اب بھی باز آ جا اور مجھے الٰہ مان لے۔ وہ کہنے لگی، اب میں نے ایمان قبول کرلیا ہے لہٰذا میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ چنانچہ فرعون نے فیصلہ کرلیا کہ میں اسے بھی سزا دوں گا۔

فرعون نے سب سے پہلے سزا کے طور پر اسے رسوا کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ سب سے پہلے اس عورت کے جسم سے لباس اتار دیا جائے۔ اب بتایئے کہ اگر کسی مرد کو کہا جائے کہ تجھے لوگوں کے درمیان بے لباس کر دیں گے، مرد کو اتنی شرم آتی ہے، وہ چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور میں اندر اتر جاؤں۔ وہ تو بالآخر عورت تھی اور عورت کے اندر تو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا رکھی ہوتی ہے...... فرعون نے اس کے جسم سے لباس اتروا دیا۔ آپ سوچئے کہ وہ اب کتنی عجیب صورتحال کا شکار ہے۔ ایک طرف ایمان ہے اور دوسری طرف امتحان ہے۔ وہ ڈٹی رہی۔ فرعون نے کہا، اچھا اگر اب بھی نہیں مانتی تو میں تجھے اور طرح کا عذاب دوں گا۔ چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کا منہ میرے محل کی طرف کر کے لٹا دو تا کہ آخری وقت بھی اس کی نگاہیں میرے محل پر لگی رہیں اور اس کے ذہن میں یہ بات رہے کہ میں ان نعمتوں کو ٹھکرا کر ذلیل و خوار ہو کر مر رہی ہوں۔ لہٰذا اسے فرعون کے حکم کے مطابق لٹا دیا گیا۔ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی کیلیں گاڑ دی گئیں تا کہ ہل نہ سکے۔

اس کے بعد فرعون نے لوگوں کو بلا کر کہا کہ اس کے جسم سے کھال کو جدا

کرنا شروع کر دو...... اب بتایئے کہ وہ زندہ عورت ہے اور اس کے جسم سے کھال اتاری جا رہی ہے، نازک بدن ہے مگر اس کو برداشت کر رہی ہے، اسے اللہ کے نام پر تکلیف دی جا رہی ہے...... اس طرح اس کے جسم سے کھال اتار دی گئی۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ وہ ابھی تک زندہ تھی، مگر جسم زخم زخم بن چکا تھا۔

فرعون کا دل ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا، مرچیں لاؤ اور اس کے پورے جسم پر چھڑک دو۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر مرچیں ڈال دی گئیں تو وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگ گئیں۔ اس تڑپنے کی حالت میں انہوں نے اللہ رب العزت کے حضور ایک دعا مانگی کہ اے اللہ! فرعون کا محل سامنے ہے، یہ کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس محل سے نکال دیا ہے، آج کے بعد تم اس محل میں نہیں جا سکو گی۔ اس لئے رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ اے پروردگار! مجھے اس محل کے بدلے میں جنت میں آپ کے پاس ایک گھر چاہئے وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (التحریم:۱۱) اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات عطا فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں ان کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

حضرت مشاطہ رضی اللہ عنہا کا انعام

اللہ رب العزت بھی کیسے قدردان ہیں کہ ان دو عورتوں نے اللہ کے نام پر قربانی دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو قابل رشک اجر دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ معراج کے وقت جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں ایک وادی میں سے خوشبو آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، جبرئیل! جو خوشبو میں یہاں سے سونگھ رہا

ہوں وہ تو بڑی انوکھی خوشبو ہے، یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! فرعون کے محل میں ''مشاطہ'' نامی جوایک نوکرانی تھی، یہاں اس کی قبر ہے۔ یہ خوشبو اس کی قبر سے آ رہی ہے اور آپ کو محسوس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا انعام

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو کیا انعام ملا؟ حدیث پاک میں ایا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ان کی اہلیہ صاحبہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا جب آخری لمحات میں تھیں تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، خدیجہ! آپ اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہی ہیں، جب جنت میں جاؤ تو وہاں میری بیویوں کو سلام کہنا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حیران ہو کر پوچھا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کی پہلی بیوی ہوں، مجھ سے پہلے آپ کی کونسی بیویاں جنت میں ہیں؟ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا، دنیا میں آپ میری پہلی بیوی ہیں مگر مریمؑ اور آسیہؓ آپ سے پہلے جنت میں پہنچ چکی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی میری بیویاں بنا دیا ہے۔ سبحان اللہ

دیکھئے کہ اللہ رب العزت کتنے قدردان ہیں کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کے محل اور اس کی نعمتوں کو لات مارتی ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنے محبوب ﷺ کی بیوی بنا دیتے ہیں۔ پروردگار! آپ کتنے بڑے قدردان ہیں کہ جو بندہ آپ کے راستے میں قربانی دیتا ہے آپ اس کی اوقات سے بڑھ کر اسے انعام عطا فرما دیتے ہیں۔ کہاں وہ دنیا میں فرعون کی بیوی تھی اور جنت میں کہاں وہ اللہ کے محبوب ﷺ کی بیوی بن کر زندگی گزارے گی۔

رحمت الٰہی کا سہارا

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی دین اسلام کی سربلندی کے لئے استقامت کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں ۔ اس طرح اللہ رب العزت کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی ۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں آزمائشوں سے محفوظ فرمائے کیونکہ ہم بہت کمزور ہیں ۔ اگر ہم اپنے آپ کو دیکھیں تو واقعی ڈر لگتا ہے ۔ اے اللہ ! ہمارے پلے کچھ نہیں ہے ، بس تیری رحمت کا ہی سہارا ہے ، ہم نے تو فقط کلمہ پڑھا ہے ، اے اللہ ! تو اسی کلمہ کی لاج رکھ لینا ۔ اے اللہ ! یہ تیرے چند بندے جنہوں نے تیری دھرتی پر دین کا نظام قائم کیا آج پوری دنیا ان بے سرو سامان بندوں کو ڈرا دھمکا رہی ہے کہ تمہارا نام ونشان مٹا کے رکھ دیں گے ۔ اے اللہ ! ان کے پاس تو تیرے سوا کوئی سہارا نہیں ، میرے مولا ! آپ ان کی پشت پناہی فرما دیجئے اور اپنی مدد کے ساتھ ان کو استقامت نصیب فرما دیجئے ۔ پروردگار عالم ! ہماری زندگیوں کو بھی دین کے لئے قبول فرمالے ، جب تک ہم زندہ رہیں ہم دین پر ہی جمے رہیں اور جب موت کا وقت آئے تو ہمیں بھی شہادت کی موت آئے ۔ (آمین ثم آمین)

و اخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین